

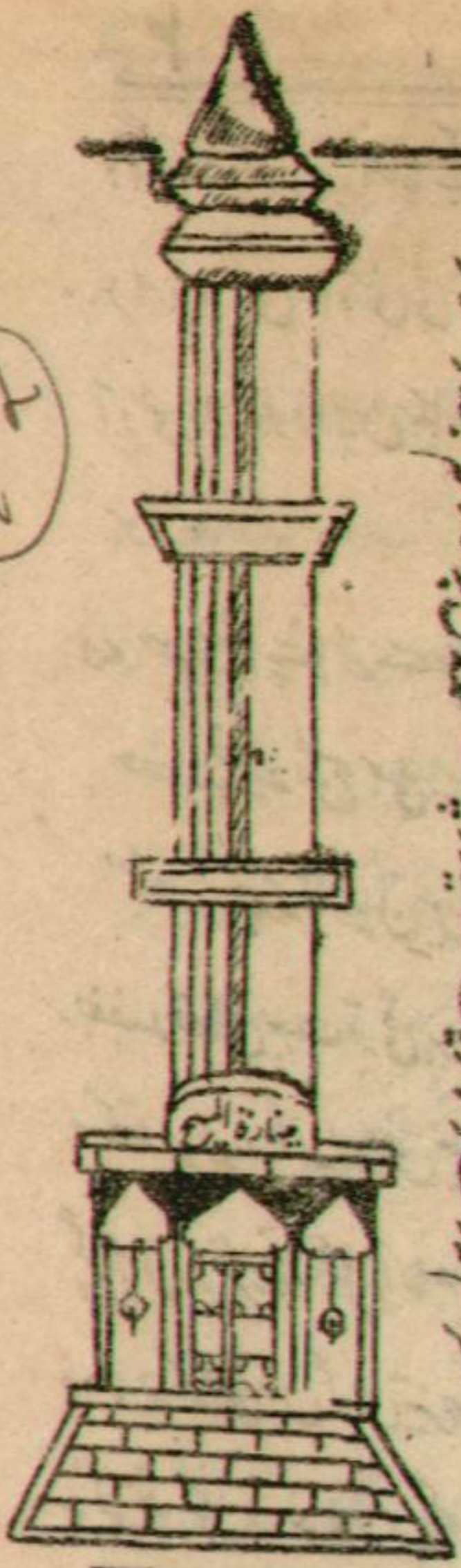
إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

عالم فہمیت پانچویں صدمہ بیان اعلیٰ سے علی
سات سالہ جویشکی لاجپانی و خواس کا علی

الحمد لله
ایم ایم ایف یعقوب علی ناز
امامی

Digitized by Khilafat Library

نور کرم وقت تونہ دیکھ سید و پائے محمدان بزم حکم بندہ اقدس



۷۲

نمبر ۱۹۱۵

قادیان دارالان امر و ۲۸ مئی ۱۹۱۵ء

جلد

(۴) ۱۰ مئی بذریعہ مارح انجیر بمبئی پہنچے حضرت کی طبیعت اچھی رہی حضور نے جماعت بمبئی کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی +

(۵) ۱۰ مئی بذریعہ خط دہلی سے ۹ مئی کو بی بی اینٹہ سی آئی ریو سے روناہ ہو کر حضرت خیریت کے ساتھ ۱۰ مئی کو بمبئی پہنچے سفر میں خدا کے فضل و کرم سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آج پھر حضور نے غسل فرمایا مگر اس وقت غسل سے کسی قدر ضعف بڑھ گیا تھا لیکن نماز جوہ حضرت نے جماعت کے ساتھ پڑھی بمبئی سے بارہ میل کے فاصلہ پر سند کے کنارہ پر ایک کوٹھی ۱۳۰ روپیہ ماہوار پر لی گئی ہو اس وقت وہاں جانے کی تیاری ہو رہی تھی اس پر انشاء اللہ رات وہاں گزاریں گے +

۱۰ مئی ۱۹۱۵ء شام کو حضرت بمبئی سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر باندر تشریف لے گئے (۵) ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء حضرت کو غسل کرنے کے بعد جو قدرے ضعف ہو گیا تھا وہ بہت ہی جلد و در ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طبیعت پھر تمام دن اور رات صاف رہی۔ آج صبح کے وقت قریباً ۱۱ میل پیدل سیر کی اور

حضرت خلیفۃ المسیح (متعنا اللہ بطول حیاتہ) کی صحت حضرت خلیفۃ المسیح جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو تبدیل آب و ہوا کے لئے طبی مشورہ کے موافق بمبئی تشریف لے گئے ہیں اور باندر اہل ہر ایک کوٹھی میں فروکش ہیں خطوط کا پتہ اس قدر کافی ہو + حضرت خلیفۃ المسیح باندر ایٹکان نمبر ۹۳ بجنگہ سون جی ناتھ بھائی (باندر اہل بمبئی)

(۲) الحمد للہ آپ کی صحت نمایاں ترقی کر رہی ہے جو خبریں وہاں سے آتی ہیں وہ روزانہ ایک بورڈ پر چپان کر کے لگا دی جاتی ہیں تاکہ احباب پڑھ سکیں۔ اس وقت تک جو خبریں آتی ہیں وہ ترتیب وار درج ہیں + (۳) ۸ مئی ۱۹۱۵ء دہلی، ۷ مئی کو لاہور سے روناہ ہو کر ۸ مئی کی صبح کو دہلی پہنچے سہ ماہی میں احباب کو ملاقات کا موقع دینے کے ہتھ سونہ سکے اس لئے نزلہ کی شکایت ہو گئی مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے طبیعت اچھی رہی دہلی میں کارڈیشن ہوٹل کی سہ منزلہ چھت پر خود چڑھ سکے اور غسل بھی فرمایا +

دو گھنٹہ کے قریب احباب کے ساتھ بیٹھے رہے۔ یہیں ان بدن قوت رہی ہو
(۶) ۱۲ مئی - اسی کی شام کو شہر ہجری میں تفریحاً تشریف لیگئے اور قریباً
آدھی رات کو واپس مکان پر پہنچے طبیعت کپرسی قسم کا بوجھ نہیں
ہوا +

(۷) حضرت اپنے ہاتھ سے اپنی صحت کے متعلق حسبِ نیل تحریر ارسال فرمائی ہو
حضرت خلیفہ المسیح بھی ۱۴ مئی کو تھوڑے سے تھے ہیں۔

”امید ہے کہ قادیان میں ہر طرح سے خیریت ہوگی یہاں پہنچ کر میری طبیعت
بفصد تعالیٰ بہت ترقی پر ہے۔ اب نصف میل بلکہ ایک میل تک چل پھر
سکتا ہوں۔ ناک اور حلق میں جو ادھریشن ہوا تھا اس کی تکلیف باقی ہو
مگر پیش کو قریباً بالکل آرام ہے طاقت میں روزانہ اضافہ معلوم ہوتا ہے“

(۸) چونکہ بھی میں گرمی تیز ہو گئی ہو اس لئے ۱۴ مئی کو حضرت کو دوسری استسکا
ہو گئی تھی مگر باوجود اس کے نماز ظہر و عصر خود پڑھائی اور ابراہیم احباب

میں بیٹھے رہے اور شام کو سیر کے لئے پیدل بھی تشریف لے گئے ۱۵ مئی
کی صبح کو طبیعت صاف تھی اور دوسری شکایت رفع ہو چکی تھی

ناک کا زخم باقی ہو مگر گرمی کے سبب کسی اور جگہ تشریف بجائیں +
(۹) ۱۶ مئی ۱۹۱۸ء حضور پیدل میل دو میل سیر کے لئے تشریف لیجائے

آج ماتھران ہل پر سیر کے لئے ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اور شیخ
عبدالرحمن صاحب قادیانی کے ہمراہ تشریف لیگئے ہیں غالباً شام تک

واپس آئیں گے۔ آئندہ جون تک بھی ٹھہریں گے۔ پھر واپس قادیان
ورنہ کسی پہاڑی مقام پر تشریف لے جائیں گے +

(۱۰) رات حضرت نے ماتھران میں گزاری اور وہاں ٹھوڑی سواری کی۔ اچھا
خاصہ چکر لگایا۔ ماتھران حضرت کو پسند آیا مگر انیس برس وہاں نہیں

کیلئے کوئی مکان نہیں مل سکا۔ اسلئے وہاں حلنا نہیں ہو سکیگا +
(۱۱) ناک کے ادھریشن کی وجہ سے کبھی کبھی ناک سے خون آجاتا ہو۔ کبھی ضعف

ہو جاتا ہو خدا کا شکر ہو کہ آپ نازیں پڑا دیتے ہیں کچھ مجمعہ مولوی عبدالرحمن
صاحب ہنری نے پڑھایا +

(۱۲) حضرت کی صاحبزادی امۃ العزیز کا جو یہاں سے بیمار ہو گئی تھی انتقال ہو گیا

اور باندرا ہل کے قبرستان میں اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔ عزیزہ کی عمر ۳۱
سال تھی اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے فرما بنا دے۔ غرض ۳۱ مئی ۱۹۱۸ء

تک جو خبریں قادیان میں پہنچی ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح
کی صحت الحمد للہ دوبہ ترقی ہو کبھی کبھی ضعف ہو جاتا ہو مگر عام طور پر ضعف

قوت سے تبدیل ہو رہا ہے۔ احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت
کیلئے مستقل اور بالترام دعاؤں کی ضرورت ہو +

(۱۲) ۲۰ مئی ۱۹۱۸ء جناب مرزا بشیر احمد صاحب بھی بمبئی تشریف لیگئے
اللہ تعالیٰ انکا حافظ و ناصر ہو۔ اسوقت تک کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں

عمر کے فضل سے وہ بھی پہنچ چکے ہونگے +

دارالامان کا ہفتہ

۱ حضرت مولوی سید سر شاہ صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں نہایت لطیف
سلسلہ جماعت کی اصلاح اور تزکیہ نفوس کی راہوں کا شروع کیا ہو

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں +
۲ جناب فطر روشن علی صاحب اور چودہری فتح محمد صاحب سیال اپنے

تبلیغی دورہ سے واپس تشریف لے آئے +
۳ قرآن مجید و حدیث کا درس برابر ہو رہا ہو۔ الحمد للہ علی ذالک +

۴ فراہمی غلہ کی تجاویز پر بڑی محنت سے عمل کی کوشش کی جا رہی ہو
اللہ تعالیٰ اس تجربہ میں ہمارے کامیاب کرے زمیندار احباب اس تجویز کو

کامیاب بنانے کے لئے عملی قدم اٹھائیں محصلین کے بارہ بھیجنے کا
انتظام ہو رہا ہو +

النصار الحکم کی خدمت میں التماس

النصار الحکم خوب سمجھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادہ
کی یادگار الحکم کو زندہ رکھنے کیلئے انکے کیا فرایض ہیں؟ ضرورت ہو کہ وہ

الحکم کی وسیع اشاعت کیلئے مردانہ وار قدم اٹھائیں۔ بھائی اس واسطے
کھڑے ہوں جو ہر ایک سوس و س خریدار دیے بھائی ہر ایک

بھائی! یہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے فرما بنا دے۔ غرض ۳۱ مئی ۱۹۱۸ء تک جو خبریں قادیان میں پہنچی ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت الحمد للہ دوبہ ترقی ہو کبھی کبھی ضعف ہو جاتا ہو مگر عام طور پر ضعف قوت سے تبدیل ہو رہا ہے۔ احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت کیلئے مستقل اور بالترام دعاؤں کی ضرورت ہو +

شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم و عبرت احمد

علیہ السلام

راز عالی جناب مولوی ابوالحیدر آزاد حیدر آباد
قبلہ مولوی ابوالحیدر صاحب آزاد حضرت شیخ
موجود علیہ السلام کے مخلصین اولین سابقین میں
سے ہیں اور جماعت حیدر آباد کے ایک معزز رکن
ہیں۔ پہلے پلیڈر تھے بعد میں سرکاری ملازمت میں
عہدہ نظامت اور مجسٹریٹ پر فائز ہوئے۔ اور اب
تک اسی عہدہ پر ممتاز ہیں خدا تعالیٰ نے
انہیں ایک فوق سلیم اور معرفت عطا فرمائی ہے
جہدی نمبر کے لئے آپ نے ذیل کی نظم ارسال فرمائی
ہے جس کو شکر گزار کی کے ساتھ درج کیا جاتا ہے
ایڈیٹر

اے شہ کون و مکان ناسخ توبیت و زبور

منظہر ذات خدا رحمت حق آید نور

کفر و عصیان کی غلات سے جہاں تھامو

ذات اقدس کی بدولت ہوئے یکلخت ہود

اے شہر و سر اس صاحب لولاک لما

ضائع خلق خدا ورجسز ایوم نشور

وجہ پیدائش کونین ہوئی آپ کی ذات

ورنہ تخلیق یہہ العتد کو کعب تھی منظور

ہادی راہ ہمدافخر سل ختم رسل

ما حی کفر و ضلل حامد و محمود و غفور

ہم تن خلق پیے خلق خدا آپ کی ذات

نور حق ہے قدر آدم یہ سراپائے حضور

فرق وہ فرق مبارک جو کسی کے آگے

نہ خمیدہ ہو جسز بار گہر رب غفور

سورۃ اللیل کی تفسیر میں وہ کیسوی پاک

نوح پیشانی انور ہے کہ ہے سورہ نور

نون و الصاد کے آیات ہیں بیت ابرو

مصحف ناطق حق عارض پر نور حضور

چشم وہ چشم کہ ہے جلوہ حق اس میں نظر

نشہ بادہ توحید سرست سرور

گوش وہ گوش ہیں جو وحی خدا سنتے ہیں

حق کے سننے کو ازل ہی سے ہوئی ہیں امو

نہیں مٹی مبارک یہہ ہے شمع توحید

سامنے جس کے پیشیاں و مجمل لعلہ طور

پرہیز ہیں گنجینہ انوار خدا

مہ و خورشید کریں کسب ضیائے موفور

لب جان بخت ہیں کشان رموز کونین

دور و ندان میں ستاروں سے زیادہ نور

بارک اللہ وہ زبان گنج معارف کی کلید

کہ دل اہل جہاں فیض سے جس کے معمور

ریش انور کی چھین چھسہ نورانی پر

یہی کہتی ہے پڑھو نور علی نور ضرور

گر دن ایسی ہے کہ ہے رفق رضا و تسلیم

سینہ ہے مخزن اسرار خدا صد صدو

انگلیاں وہ کہ کریں عقد انامل کا فدا

اس طرح مشاغل اذکار خداوند غفور

ان کے اوصاف میں ہے ایک کایہ ادنیٰ و صف

چاند و ٹکڑے دکھائی دیا نزدیک دور

ناخن شاہ امام عقدہ کشائے عالم

یہہ اسی کام کے ہیں۔ ان کا یہی ہر دستور
 شکم صاف نہیں نور کا دریا کھٹے
 ہے کمر موج نہیں بال برابر بھی تصور
 ایسی موجود کہ باندھی ہر شیوع دیں پر
 ایسی حسد و م کہ ٹپکے کا کلنا مشہور
 پشت وہ ہر نبوت سے جسے قوت ہر
 مجرہ جسکا ہے زاری ستون مجور
 پائے حضرت سے ہوں ہم پایہ اگر پایہ نش
 تو یہ ممکن نہیں۔ ہر آنکے سبب اکا ظہور
 خاک پامیں وہ اثر ہے جو بنے سر چشم
 بات کی بات میں ہو دیدہ بے نور میں نور
 تن اظہر وہ مسطر کہ یہ کہتا ہر مشام
 ہے خطا مشک میں کافور کی خوشبو کافور
 کس کی طاقت ہے کرے جو شہ الا کی ثنا
 مع خواں آپ کا ہر آپ ہی جب بے غفور
 ہوا اول ہوا الآخر کا کہلا یہ عقدہ
 خلق میں آپ مستدم ہیں موخر بظہور
 شاہ امی وہ معلم ہو خدا خود جس کا
 جس کا دستور ہو جبریل امیں ساد دستور
 شاہ وہ شاہ ابو بکر ہوئے جس کے خلیل
 جانشینی بلا فصل تھی جن کی منظور
 شاہ وہ شاہ کہ فاروق بنے جسکے ویر
 ملک اسلام کی مضبوط ہوئے جسے ثغور
 شاہ وہ شاہ کہ عثمان عینی جس کے شیر
 جس کی عفت کی تم کھائی خداوند غیور
 شاہ وہ شاہ علی جس کے انیس و موس
 جس کی آخر میں خلافت تھی خدا کو منظور

پانچوں مل کر یہ ہوئے پنجتن پاک اکذت
 کہ درود ان پر پڑے حضرت ستار و غیور
 اے شہنشاہ عرب ہاشمی و مطلبی
 وقت آمد دہے امت میں پڑا آ کے فتور
 طلب حیفہ دنیا میں پھینسی ہر ذرات
 اس سے اسلام جدا ہے تو وہ اسلام سے دور
 نہ غرض اس کو فقہ سے نہ احادیث سے کام
 آہ قرآن سے کس درجہ ہوئی ہے مجور
 سست تعمیل اوامر میں نواہی میں حسیت
 عار سنت سے بھی ہے اور فرائض سے نفور
 اس میں تقویٰ ہی نہ قائم نہ طہارت باقی
 ہمہ تن جسم سراپا ہوئی تصویر قصور
 اب نہ وہ صدی مقال اس میں وہ حلال
 راست گوئی کی جگہ شیوا ہوا اُس کا زور
 جب کہ افعال ذمہ ہوئے سب اسکو پسند
 سارے اخلاق حسن ہو گئے اس سے کافور
 نہ وہ عزت رہی اسکی نہ وہ ثروت باقی
 دے کے اخلاق حسن مول لیا کبر غرور
 نمکبوتوں نے اسے جب چاروں طرف سے گھیرا
 اسکی صلاح پہ مائل ہوا غفار و غفور
 یعنی کی بعثت ہمدی و سچ دوران
 جس کی تصدیق میں ناطق ہیں فرامین جنو
 امت خفتہ کو ہر طرح جگایا اُس نے
 پھونک کر دہر میں انداز و بشار اکا صور
 کان کھل کر نہ سنی قوم نے اسکی آواز
 آنکھیں محضیں اور نہ دیکھا یہ نظر کلامی قصور
 ایسے تھوڑے ہیں جنہوں نے کہا کھلویک

میرے آقا کی تمام نصائح کا خلاصہ حضور کے الفاظ میں

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں

۱۔ یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کر کے اسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا اسکی عظمت کو دل میں ٹھکانا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لا شریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا اور حقیقت اسکو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا +
دو۔ یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی سے پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم بھلائی کا ارادہ رکھنا +
سوم۔ یہ کہ جس کو منہ پر خدا تعالیٰ کے حکم کر دیا ہو یعنی گورنٹ برطانیہ جو ہماری آپرور اور جان اور مال کی محافظ ہے اسکی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اسکو تشویش میں ڈالیں +

یہ اصول ثلاثہ ہیں جنکی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہئے اور جنہیں علی سے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں +

حضرت اقدس کس قسم کے آدمی چاہتے تھے؟

(آپ کے الفاظ میں)

میری امیدیں ان غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔ اے بننا چاہتے ہیں۔ نہ ایم۔ اے بلکہ بقدر کفایت معاش دنیا اختیار کرتے ہیں اور انکے دلوں میں ہر دم خلش ہے کہ کسی طرح ہم نیکان بن جائیں۔ اور خدا ہم سے راضی ہو۔ سو وہ ہدایت پانے سے بہت قریب ہیں۔ کیونکہ ان کے خیالات میں تفرقہ نہیں +

اسکی اور دل نے تکذیب میں اسکی موزوں

قوم تذلیل میں اسکی رہی کوشان و نرات
لیکن اللہ نے سب پر کیا اسکو منصور
حد سے جب بڑھ گئی شوخی و شرارت اسکی
مور دھتسرا الہی ہوئی قوم مقہور

ہوا طاعون ہوئے زلزلے طوفان آیا
سب وہ پورا ہوا جو اس نے کیا تنہا مسطور
جی اٹھوں میں تن مردہ میں مرے جان آج
التجائے دل پرورد اگر ہونٹو

یا خدا صدقہ حبیب دوسرا کا اپنے
رحم اس است مرحومہ پر ای رب غفور
قوم کو کان دے وہ حق شنوا ہوں دے
آنکھ وہ آنکھ دے جس آنکھ سے دیکھے وہ بینو

عقل دے جس سے کرے وہ حق و باطل میں تیز
دل وہ دے جو کہ سر سر ہو حقیقت گنجور
کر عطا ذہن رسا فکر رسا نہم رسا
جس سے پہچان لے وہ اپنا امام مامور

مقتدی ہو کے کرے حکم کی اسکی تعمیل
ہو کے متقا و خدا سے ہو مشاب و مامور
بخش دے بخش دے آزاد گنہ گار کو تو
کہ تیرا نام ہے غفار ذنوب اور غفور
"ابوالحمید آزاد"

طالع

الحکم کے نمبروں میں غلطی سے گذشتہ نمبر ۱۳ لکھا گیا حالانکہ وہ ۱۴ تھا۔ احباب درست کر لیں۔ (یعقوب علی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یادِ حبیب

از ہر محمد اسماعیل صاحب اسٹنٹ سرجن
خلف اکبر میرنا صاحب نواب صاحب قتلہ
احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود
ہیں بلکہ غیر مالک میں بھی ہیں گران میں احمد کے دیکھنے والے
اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فسق ہے۔ دیکھنے والوں
کے دل میں ایک سرور اور لذت اس کے دیدار اور صحبت کی اب
تک باقی ہو۔ نہ دیکھنے والے بارہا تاسف کرتے پائے گئے کہ ہمارے
ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اسکی
زندگی میں دیکھ لیا تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے۔ اور وہ
فرق بھی دہی جاتے ہیں جنہوں نے اصل کو دیکھا۔ میرا دل چاہتا
کہ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ اور عادت پر کچھ تحریر کروں
شاید ہمارے وہ دوست جنہوں نے اس ذات باریکات کو
نہیں دیکھا کچھ خطا اٹھادیں +

حلیہ مبارک

بجائے اس کے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں اور ہر چیز
پر خود کوئی نوٹ دوں یہ بہتر ہے کہ میں سرسری طور پر اس کا
ذکر کرتا جاؤں۔ اور نتیجہ پڑھنے والے کی اپنی رائے پر چھوڑ دوں
آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہو کہ
”آپ مردانہ حسن کا اعلیٰ نمونہ تھے“
مگر یہ فقرہ بالکل نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا فقرہ ہو کہ
”چسپانہ انسانی ایک روحانی چمک اور انوار
اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا“

اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس امت کے لئے مبعوث ہوئے
تھے۔ اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔ اور
دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آپ کے چہرہ پر نورانیت
کے ساتھ رعونت ہیبت اور استکبار نہ تھے بلکہ فردنی خاکساری
اور محبت کی آمیزش تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ میں بیان
کرتا ہوں کہ جب حضرت اقدس چولہ صاحب کو دیکھنے ڈیرہ باوا
نامک تشریف لے گئے تو وہاں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سایہ
میں کپڑا بچھا دیا گیا اور سب لوگ بیٹھ گئے۔ اس پاس کے دیہات
اور خاص قصبہ کے لوگوں نے حضرت صاحب کی آمد سن کر
ملاقات اور مصافحہ کے لئے آنا شروع کیا +

اور جو شخص آتا مولوی سید محمد حسن صاحب کی طرف آتا
اور انکو حضرت اقدس سمجھ کر مصافحہ کر کے بیٹھ جاتا غرض کچھ دیر
تک لوگوں پر یہ اتر کھلا۔ جب تک خود مولوی صاحب موصوف
نے اشارہ سے اور یہ کہہ کر لوگوں کو اوہر متوجہ نہ کیا کہ حضرت جتنا
یہ ہیں ”بعینہ ایسا واقعہ ہجرت کے وقت بنی کریم کو مدینہ میں پیش آیا
تھا۔ وہاں بھی لوگ حضرت ابو بکر رحمہ کو رسول خدا سمجھ کر مصافحہ
کرتے رہے جب تک کہ انہوں نے آپ پر اپنی چادر سے سایہ کر کے
لوگوں کو انکی غلطی سے آگاہ نہ کر دیا +

جسم اور قد | آپ کا جسم دبلا نہ تھا۔ نہ آپ بہت موٹے
تھے۔ البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے

قد متوسط تھا۔ اگرچہ ناپا نہیں گیا مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ
کے قریب ہو گا۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے
رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے تمام جسم کے اعضا میں تناسب تھا
یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے
زیادہ کھلا ہوا ہو۔ غرض کسی قسم کی بد صورتی آپ کے جسم میں نہ تھی
جلد آپ کی متوسط ہو جس کی تھیں نہ سخت کھردری اور نہ ایسی ملائم جیسی
عورتوں کی ہوتی ہے۔ آپ کا جسم پھیلا اور نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور

ہی کی سنی لئے ہوئے۔ آخر عمر میں آپ کی کھال کہیں سے بھی نہ لگی۔ نہ آپ کے جسم پر بھریاں پڑیں +

آپ کا رنگ

رنگم چونگندم است بموفق میں است
زاں کہ آمدہ است مراخبار مرم

آپ کا رنگ گندمی اور نہایت عسلی درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک لہرائیت اور سرخی کی جھلک مارتی تھی۔ اور یہ جھلک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی کبھی کسی صدمہ رنج ابتلا مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کنڈن کی طرح دکھتا رہتا تھا کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا علاوہ اس چمک اور نور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا۔ اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر شخص مسکری ہے اور دسے اپنے تئیں بھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشت اور خوشی اور مسح اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں یہہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا۔ اور ایمان کا نور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا

آپ کی مشکوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرہ پر مردہ پن اور دل سخت منتقبض ہیں بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کر پو۔ غرض ایسا کھرام مچ رہا ہے کہ غیر دل کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔ مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے۔ نہتا ہوا اور جماعت کے سربراہوں کو مسجد میں بلاتا ہوا سکراتا ہوا۔ اور ہر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں۔ اور وہ کہہ رہا ہے کہ بومشکوئی پوری ہو گئی۔ اطلع اللہ علی ہمد و نحمہ مجھے الہام ہوا۔ اس نے حق کی طرف رجوع کیا حق نے اس کی طرف رجوع کیا کسی نے اسکی بات مانی اس نے

اپنی مستادی اور سننے والوں نے اس کے چہرہ کو دیکھ کر یقین کیا۔ کہ یہ سچا ہے ہم کو غم کھارہا ہے اور یہ بے فکر اور بے غم مسکرا کر باتیں کر رہا ہے اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے آپ کو تمام کے معاملہ کا فیصلہ اسی کے اپنے ہاتھ میں دیدیا۔ اور پھر اس نے آپ کو تمام کا رجوع اور بقاری دیکھ کر خود اپنی طرف سے ہلکتا ہوا اس طرح سے خوش ہے جس طرح ایک پہلوان پھر محض اپنی درایدلی سے خود ہی اسے چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ ہم مرے کو مارنا اپنی ہشک سمجھتے ہیں +

لیکھرام کی مشکوئی پوری ہوئی۔ مجنوں نے فوراً اتہام لگانے شروع کئے۔ پولیس میں تلاشی کی درخواست کی گئی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کا ایک تلاشی کے لئے آجوا ہوئے۔ لوگ الگ کر دئے گئے اندر کے باہر باہر کے اندر نہیں جاسکتے مخالفین کا یہ زور کہ ایک حرف بھی تحریر کا شبہ نکلے تو پکڑ لیں مگر آپ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسرت چہرہ پر ہے اور خود پولیس افسر کو لجا لجا کر اپنے بستے اور کتابیں تحریریں اور خطوط اور کوٹھڑیاں دکھا رہے ہیں۔ کچھ خطوط انہوں نے مشکوک سمجھ کر اپنے قبضہ میں بھی کر لئے ہیں مگر یہاں وہی چہرہ ہے وہی سکرانٹ۔ گویا نہ صرت بے گناہی بلکہ ایک مسح مبین ہے اور اتمام حجت کا موقعہ نزدیک آتا جاتا ہے۔ بڑا اس کے باہر جو لوگ بیٹھے ہیں ان کے چہرہ کو دیکھو وہ ہر ایک کشتیل کو باہر نکلتے اور اندر جاتے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں۔ ان کا رنگ فق ہے انکو یہ معلوم نہیں کہ اندر تو وہ جس کی آبرو کا انہیں فکر ہے خود افسر کو بلاتا بلاتا کر اپنے بستے اور اپنی تحریریں دکھلا رہا ہے اور اس کے چہرہ پر ایک سکرانٹ ایسی ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیش گوئی کی پورے طور سے کھلیلی اور میرا دامن ہر طرح کے آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہو گا +

غرض یہی حالت تمام مقدمات۔ ابتلاؤں مصائب اور مباحثات میں رہی اور یہ وہ اطمینان قلب کا اعلیٰ اور اکمل

(۸)

آپ کے بال

نمونہ تھا جسے دیکھ کر بہت سی سعید رو حیں ایمان لے آئی تھیں۔ سر کے بال نہایت سیدھا چکنے چکدار اور نرم تھے۔ اور ہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے۔ گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم کم۔ اور نہایت ملائم تھے۔ گردن تک لمبے تھے۔ آپ نہ سر منڈواتے تھے نہ خٹناٹ یا اس کے قریب کترواتے تھے بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر ہٹھے رکھے جاتے ہیں۔ سر میں نیل بھی ڈالتے تھے چنبیلی یا حنا وغیرہ کا یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے۔

ریش مبارک

اچھی گھنڈا تھی بال مضبوط موٹے اور چکدار۔ سیدھے اور نرم حنا سے سرخ رنگے ہوئے تھے۔ دائرہ کو لمبا چھوڑ کر جاست کے وقت فاضل آپ کترواتے تھے یعنی بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ دائرہ میں بھی ہمیشہ نیل لگایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بھینسی گال پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے کچھ بال پے بھی کتروادے تھے۔ اور وہ تبرک کے طور پر لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ریش مبارک تینوں طرف چہرہ کے نقش اور بہت خوبصورت۔ نہ اتنی کم چھدری اور صرف ٹھوڑی پر ہونہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں۔

وسمہ ہندی

ابتداءً ایام میں آپ دسمہ اور ہندی لگایا کرتے تھے پھر دھاٹی دورے کثرت ہونے کی وجہ سے سراور ریش مبارک پر آخر عمر تک ہندی ہی لگاتے رہے دسمہ ترک کر دیا تھا۔ البتہ کچھ روز انگریزی دسمہ بھی استعمال فرمایا۔ مگر پھر ترک کر دیا۔ آخری دنوں میں میر حامد شاہ صاحب نے ایک دسمہ تیار کر کے پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے اس سے ریش مبارک میں سیاہی آگئی تھی مگر اس کے علاوہ ہمیشہ برسوں ہندی پر ہی اکتفا کی جو اکثر جمعہ کے جمعہ یا بعض اوقات اور دنوں میں بھی آپ نائی سے لگوا کرتے تھے۔

دیش مبارک کی طرح موچھوں کے بال بھی مضبوط اور اچھے موٹے اور چکدار تھے آپ لمبے کترواتے تھے۔ مگر نہ اتنی کہ جو دایوں کی طرح موٹھی ہوئی معلوم ہوں۔ نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ کے کنارے سے نیچی ہوں۔

جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے پشت پر نہ تھے اور بعض اوقات سینہ اور پیٹ کے بال آپ موٹے دیا کرتے تھے۔ یا کترواتے تھے۔ ہنڈیو نہ بہت کم بال تھے۔ اور جو تھے وہ نرم اور چھوٹے۔ اس طرح ہاتھوں کے بھی۔

چہرہ مبارک

آپ کا کتا بی یعنی معتدل لبہ تھا۔ اور حالانکہ عمر شریف ۸۰ اور ۸۰ کے درمیان تھی پھر بھی جھریوں کا نام و نشان نہ تھا۔ اور نہ متفکرا و غصہ و طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے رنج فکر۔ تردد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا۔

آپ کی آنکھوں کی سیاہی۔ سیاہی مائل شرتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ مگر پوٹے اس وضع کے تھے کہ سوائے اس وقت کے جب آپ انکو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غصہ بھر کے رنگ میں رہتی تھیں بلکہ جب مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچی ہی رہتی تھیں اسی طرح جب مردانہ مجالس میں بھی تشریف لیجاتے تو بھی اکثر ہر وقت نظر نیچی ہی رہتی تھیں۔ گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہو۔ اس جگہ یہ بات بھی بیان کے قابل ہے کہ آپ نے کبھی عینک نہیں لگائی اور آپ کی آنکھیں کام کرنے سے کبھی نہ ٹھکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ حفاظت عین کا ایک وعدہ تھا جس کے ماتحت آپ کی چشمان مبارک آخر وقت تک تیار رہی اور مکان سے محفوظ رہیں۔ البتہ پہلی رات کا ہلال آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت

اور اس کی سیدھی۔ اونچی اور موزون نہ پھیلائی
اس کی اولیٰ کان اکھڑ کے متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے
۱۱۔ بہت بڑے ہوئے نہ بالکل سر کے ساتھ لگے ہوئے
اس کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے۔
لوت لٹائی آپ کی آخر وقت تک عمدہ اور خدا کے فضل
سے براری +

رہا مبارک آپ کے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے
ہوئے کہ بہت باہر کو نکل آویں نہ خساروں کی ڈیاں بھی
ہوئی تھیں۔ بھنویں آپ کی الگ الگ تھیں پیوستہ
ابرو نہ تھے +

پیشانی اور مبارک
پیشانی مبارک آپ کی
سیدھی اور بلند چوڑی
تھی۔ اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپ کے جبین سے
پکنتی تھی۔ علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ اعلیٰ
صفات اور خلاق کا ہو یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے نکلی ہوئی نہ
آگے نکلی ہوئی نہ پیچھے کو دھسی ہوئی۔ اور بلند ہو یعنی اونچی اور
کشادہ ہو اور جو چوڑی ہو بعض پیشانیاں گواچی ہوں۔ مگر
چوڑان ماتھے کی تنگ ہوتی ہے۔ آپ میں یتینوں خوبیاں
جمع تھیں۔ اور پھر یہ خوبی کہ چین چین بہت کم پڑتی تھی سر
آپ کا بڑا تھا۔ اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا۔
یعنی لبابھی تھا۔ چوڑا بھی تھا۔ اونچا اور سطح اوپر کی۔ اکثر حصہ
ہموار اور پیچھے سے بھی گولائی درست تھی۔ سرحدی لوگوں کے
سر کی طرح پیچھے سے پچکا ہوا نہ تھا۔ آپ کی گنٹی کشان تھی
اور آپ کی کمال عقل پر دلالت کرتی تھی +

لب مبارک
آپ کے پتلے نہ تھے۔ مگر تاہم ایسے ہوئے
بھی نہ تھے کہ بے لکیریں دیانہ آپ کا
متوسط تھا۔ اور جب بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہ رہتا تھا

جیسے بعض آدمیوں کی عادت ہے بعض اوقات مجلس میں جب
خاموش بیٹھے ہوں تو آپ عامہ کے شکر سے دہاں مبارک دھک
لیا کرتے تھے۔ دندان مبارک آپ کے آخر عمر میں کچھ خراب ہو گئے
تھے یعنی کیر بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا جس سے کبھی کبھی تکلیف
ہو جاتی تھی چنانچہ ایک دفعہ ایک داڑھ کا سراپا نوکدار ہو گیا
تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تھا تو ریتی کے ساتھ اسکو
گھسوا کر برابر بھی کرایا تھا۔ مگر کبھی کوئی دانت نکلا یا نہیں سوا
آپ اکثر فرمایا کرتے تھے +

پیر کی ایڑیاں آپ کی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ
جایا کرتی تھیں +

اگرچہ گرم کپڑے سردی گرمی برابر پہنتے تھے۔ تاہم گرمیوں
میں پسینہ بھی خوب آ جاتا تھا۔ مگر آپ کے پسینہ میں کبھی بو نہیں آئی
تھی خواہ کتنے ہی دن کے بعد گرتا بدلیں۔ اور کیسا ہی موسم بڑا
آپ کی متوسط لمبائی اور موٹائی میں
گردن مبارک
تھی آپ اپنے مطاع نبی کریم صلم کی
طرح انکے اتباع میں ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور
رکھتے تھے عینل حجبہ حجامت۔ حنا۔ مسواک۔ روغن اور خوشبو۔
کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر سنون طریق سے آپ فرمایا کرتے
تھے۔ مگر بانکے یا بنے ٹھنڈے رہنا آپ کی شان سے بہت دور تھا +

لباس
سب سے اول یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے
کہ آپ کو کسی خاص قسم کے خاص لباس کا شوق
نہ تھا آخری ایام کے کچھ سالوں میں آپ کے پاس کپڑے سادے
اور سلسلے سلائے بہت آتے تھے۔ خاص کر کوٹ صدری اور پاجامہ
نہیں وغیرہ جو اکثر شیخ رحمت اللہ صاحب ہر عید بقرعید کے موقع
پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے وہی آپ استعمال فرمایا کرتے تھے
مگر علاوہ انکے کبھی کبھی خود بھی بنوا لیا کرتے تھے عمامہ تو اکثر
خود ہی خرید کر باندھتے تھے جس طرح کپڑے بناتے تھے اور استعمال

۱۵

ہوتے تھے۔ اس طرح ساتھ ساتھ فرج بھی ہوتے جاتے تھے یعنی ہر وقت تبرک مانگنے والے طلب کرتے رہتے تھے بعض دفعہ تو ذہن پہنچ جاتی کہ آپ ایک کپڑا بطور تبرک کے عطا فرماتے تو دوسرا ہوا کر اسی وقت پہننا پڑتا۔ اور بعض سمجھدار اس طرح بھی کرتے تھے کہ مثلاً ایک کپڑا اپنا بیچ دیا اور ساتھ عرض کر دیا کہ حضور ایک اپنا اترا ہوا تبرک مرحمت فرما دیں +

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب آپ کے لباس کی ساخت سنئے۔ عموماً یہ کپڑے آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ کرتے یا ٹیٹس یا پٹیا صدری کوٹ۔ عمامہ۔ اس کے علاوہ رومال بھی ضرور رکھتے تھے اور جاڑوں میں جرابیں۔ آپ کے سب کپڑوں میں خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت کھلے کھلے ہوتے تھے اور اگرچہ شیخ صاحب کوڑے آورہ کوٹ انگریزی طرز کے ہوتے مگر وہ بھی بہت کشادہ اور

لبے یعنی گھٹنوں سے نیچے ہوتے تھے اور جبے اور چوغے بھی جو آپ پہنتے تھے تو وہ بھی ایسے لبے کہ بعض تو ان میں سے ٹخنے تک پہنچتے تھے۔ اسی طرح کرتے اور صدریاں بھی کشادہ ہوتی تھیں بنیان آپ کبھی نہ پہنتے تھے بلکہ اس کی تنگی سے گھبراتے تھے گرم قمیص جو پہنتے تھے انکا اکثر اوپر کا بٹن کھلا رکھتے تھے اس طرح صدری اور کوٹ کا اوٹھیس کے کفوں میں اگر بٹن ہوں تو وہ بھی ہمیشہ کھلے رہتے تھے آپ کا طرز عمل ما انا من المتکلفین کے

ماتحت تھا کہ کسی مصنوعی جکڑ بندی میں جو شرعاً غیر ضروری ہو پابند رہنا آپ کے مزاج کے خلاف تھا اور نہ آپ کو کبھی پروا تھی کہ اس عمدہ ہی یا برش کیا ہوا ہے یا بٹن سب درست لگے ہوئے ہیں یا نہیں صرف لباس کی اصل غرض مطلوب تھی۔ بار بار دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔ آپ کی توجہ ہمہ تن اپنے مشن کی طرف تھی اور اصلاح امت میں اسے محو تھے کہ اصلاح لباس کی طرف

توجہ نہ تھی۔ آپ کا لباس آخر عمر میں چند سال سے بالکل گرم وضع کا ہی رہتا تھا یعنی کوٹ اور صدری اور پاجامہ گرمیوں میں بھی گرم رکھتے تھے۔ اور یہ علالت طبع کی وجہ سے تھا۔ سردی آپ کو موافق نہ تھی۔ اس لئے اکثر گرم کپڑے رکھا کرتے تھے البتہ گرمیوں میں نیچے کرتہ ملل کا رہتا تھا بجائے گرم کرتے کے۔

پاجامہ آپ کا معروف شرعی وضع کا ہوتا تھا پہلے غرارہ یعنی شلوار مردانہ پاجامہ بھی پہنا کرتے تھے۔ مگر آخر عمر میں ترک کر دیا تھا۔ مگر گھر میں کبھی کبھی گرمیوں میں ڈکھو اور عادتاً رات کے وقت تہ بند باند کر خواب فرمایا کرتے تھے +

صدری گھر میں اکثر پہنے رہتے مگر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتے۔ اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے ڈوڈا کوٹ بھی پہنا کرتے۔ بلکہ بعض اوقات پستین بھی +

صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں آپ کا رومال ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ بڑا رومال رکھتے تھے۔ نہ کہ چھوٹا۔ جتلی یعنی رومال جو آجکل کا بہت مروج ہے اسی کے کونو نہیں آپ شک اور ایسی ہی ضروری ادویہ جو آپ کے ہستیا میں رہتی تھیں اور ضروری خطوط وغیرہ باندھ رکھتے تھے۔ اور اسی رومال میں نقد وغیرہ جو نذر لوگ مسجد میں پیش کر دیتے تھے باندھ لیا کرتے +

گھڑی بھی آپ ضرور اپنے پاس رکھا کرتے مگر اس کی کبھی دینے میں چونکہ اکثر ناغہ ہو جاتا اس لئے وقت غلط ہی ہوتا تھا اور چونکہ گھڑی جیب میں سے اکثر نکل پڑتی اس لئے آپ اسے بھی رومال میں باندھ لیا کرتے۔ گھڑی کو ضرورت کے لئے رکھتے نہ زیبائش کے لئے۔ آپ کو دیکھا کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی یا لباس میں کسی قسم کا بھی تصنع ہے یا یہ زیبائش دنیوی کا ملہ رو ہے۔ ہاں البتہ والجن فاجھ کے ماتحت آپ صاف اور ستھری پہنتے

جاتے کے وقت یا جب باہر سیر وغیرہ کے لئے تشریف لاتے تو ضرورتاً تھ میں ہوا کرتا تھا۔ اور موٹی اور مضبوط لکڑی کو پسند فرماتے مگر کبھی اس پر سہارا یا بوجھ دیکر نہ چلتے تھے جیسے اکثر ضعیف العمر آدمیوں کی عادت ہوتی ہے۔

موسم سرما میں ایک ہفتہ لیکر آپ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جو اکثر آپ کے کندھے پر پڑا ہوا ہوتا تھا اور اسے اپنے آگے ڈال لیا کرتے تھے جب تشریف رکھتے تو پھر پیر نہ ڈال لیتے کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ۔ صدری۔ ٹوپی۔ تمام اُتار کر رات کو تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے۔ اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھڑی پڑاؤنگ دیتے ہیں وہ بستر پر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو انکی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سٹو کا دشمن انکو دیکھ لے تو سر پیٹ لے گا۔

موسم گرما میں دیکو بھی اور رات کو تو اکثر آپ کپڑے اُتار دیتے اور صرف چادر یا ننگی باندھ لیتے۔ گرمی والے بعض دفعہ بہت نکل آتے تو اس کی خاطر بھی کرتہ اُتار دیا کرتے۔ نہ بند اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا اور گھٹنوں سے اوپر ایسی حالتوں میں مجھے یاد نہیں کہ آپ برہنہ ہوئے ہوں۔

آپ کے پاس کچھ کنجیاں بھی رہتی تھیں۔ یہ یا تو رومال میں یا اکثر ازار بند میں باندھ کر رکھتے۔ روٹی دار کوٹ پہننا آپ کی عادت میں داخل نہ تھا۔ نہ ایسی رضائی اور ڈھکر باہر تشریف لاتے بلکہ چادر شیمینہ کی یا دھتہ رکھا کرتے تھے اور وہ بھی سر پر کبھی نہیں اوڑھتے تھے بلکہ کندھوں اور گردن تک رہتی تھی۔ گلو بند اور دستا نوں کی آپ کو عادت نہ تھی بہتر ایسا ہوتا تھا۔

ایک لحاف جس میں ۵-۶ سیر روٹی کم از کم ہوتی تھی۔ اور اچھا لباس چڑا ہوتا تھا۔ چادر بستر کے اوپر اور تکیہ۔ اور تو شک۔ تو شک آپ محرمی جاڑے دونوں موسموں میں بسبب سردی کی موافقت کے بچھواتے تھے۔

ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور میلی چیز سے سخت نفرت رکھتے یہاں تک کہ صفائی کا اس قدر اہتمام تھا کہ بعض اوقات آدمی موجود نہ ہو تو بیت الخلا میں خود منی نایل ڈالتے تھے۔ عمامہ شریف آپ ملل کا باندھا کرتے تھے۔ اور اکثر انگریز یا کچھ اوپر لبا ہوتا تھا۔ شملہ آپ لبا چھوڑتے تھے اور سرین کے نیچے تک لبا لٹکتا رہتا کبھی کبھی شملہ کو آگے ڈال لیا کرتے اور کبھی اس کا پلہ دہن مبارک پر بھی رکھ لیتے جبکہ مجلس میں خاموشی ہوتی عمامہ کے باندھنے کی خاص وضع تھی۔ نوک تو ضرور سامنے ہوتی مگر سر پر ڈھبلا ڈھالا لپٹا ہوا ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے اکثر رومی ٹوپی رکھتے تھے اور گھر میں عمامہ اُتار کر صرف یہ ٹوپی پہنے پہنے رہا کرتے۔ مگر نرم قسم کی دوسری جو سخت قسم کی نہ ہوتی۔

جراہیں آپ سڑیوں میں استعمال فرماتے اور ان پر مسح فرماتے بعض اوقات زیادہ سڑی میں دو دو جراہیں اوپر تلے چڑھ لیتے مگر بار بار جراہ اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر ٹھیک نہ چڑھتی کبھی تو آگے سر لٹکتا رہتا اور کبھی جراہ کی ایڑی کی جگہ پیر کی پشت پر آ جاتی کبھی ایک جراہ سیدھی دوسری الٹی۔ اگر جراہ کہیں سے کچھ پھٹ جاتی تو بھی مسح جائز رکھتے بلکہ فرماتے تھے کہ رسول صلعم کے اصحاب ایسے موزوں پر مسح کیا کرتے تھے جس میں سے انکی انگلیوں کے پوٹے باہر نکلے رہا کرتے۔ جو قی آپ کی ویسی ہوتی خواہ ویسی ہوتی خواہ کسی وضع کی ہو۔ ہتھواری۔ لاہوری۔ لدھانوی۔ سلیم شاہی۔ ہر وضع کی پہن لیتے مگر ایسی جو کھلی کھلی ہو۔ انگریزی بوٹ کبھی نہیں پہننا۔ گرگانی حضرت صاحب کو پہنے میں نے نہیں دیکھا۔ (ایڈیٹر: بہنی ہی)

حضرت خلیفہ المسیح رض البتہ پہننا کرتے تھے۔ جو قی اگر تنگ ہوتی تو اس کی ایڑی بٹھالیتے لباس کے ساتھ ایک چیز کا اور بھی ذکر کر دیتا ہوں وہ یہ کہ آپ عتصا ضرور رکھتے تھے۔ گھر میں یا جب مسجد مبارک میں روزانہ نماز کو جانا ہوتا تب تو نہیں مگر مسجد اقصیٰ کو

تحریر وغیرہ کا سب کام پینک پر ہی اکثر فرمایا کرتے اور دو اقلیم
بستہ اور کتابیں یہ سب چیزیں پینک پر موجود رہا کرتی تھیں کیونکہ
یہی جگہ میز کرسی اور لائبریری سب کا کام دیتی تھی اور صاحبان
من المستلفین کا عملی نظارہ خوب واضح طور نظر آتا تھا +
ایک بات کا ذکر کرنا میں بھول گیا وہ یہ کہ آپ امیروں کی
طرح ہر روز کپڑے نہ بدلا کرتے تھے بلکہ جب انکی صفائی میں ق
آجاتا تب بدلتے تھے +

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک حالات
محبین کے لئے یاد صیب کا کام دینگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ہاں یہ باتیں گو کچھ لوگوں کو اس وقت فضول معلوم ہوں مگر اُنہ
سبیل اس زمانہ کی ہر بات اور ہر معلومات کو قدر کی نظر سے
دیکھیں گی پیٹ بھرے پر کھانے کا ذکر شاید اچھا نہ معلوم
ہو مگر جب بھوکے آئیں گے تب انکو دعوت کا سادہ لطف معلوم ہوگا

خوراک

مقدار | قرآن شریف میں کفار کے لئے وارد ہے
یا کلون کما تاكل الانعام اور حدیث
شریف میں آیا ہو کہ کافر۔ انٹری میں کھانا اور مومن ایک
میں مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیب چیز کھائے والا
اور دنیا دار یا کافر کی نسبت بہت کم خور ہوتا ہے جب مومن
کا یہ حال ہو تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر بھی ایک سالن ہوتا تھا بلکہ ستو
یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی اسی
سنت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت کم خور تھے
اور بقا بلا اس کام اور محنت کے جس میں حضور دُرات لگے رہتے تھے کثرت
حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ
اٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر شخص زندہ کیونکر ہو سکتا ہے خواہ کھانا کیسی اسی

اور لذت ہو اور کسی سی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونسنک نہیں کہاتے تھے عام
طور پر دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب
ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ کھانا نوش فرمایا کرتے تھے۔
علاوہ اس کے چائے وغیرہ کی ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ
بھی پی لیا کرتے تھے مگر جہاں تک میں نے غور کیا آپ کو لذت
مزید رکھانے کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا۔ اور نبوت رسالت
کا یہ ہے کہ آپ سالن بہت ہی کم کہاتے تھے +

اسمرا آپ صبح کا کھانا انبجے سے ظہر کی اذان
تک اور شام کا نماز مغرب کے بعد سے

اوقات

سونے کے وقت تک کھا لیا کرتے تھے کبھی ناشاؤنا در لیا
بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا یا ہو شام کا کھانا
مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی مگر کبھی کبھی کھا لیا کرتے
تھے مگر معمول دو طرح کا تھا جن دنوں میں آپ بعد مغرب عشاء تک
باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے ان دنوں
میں یہ وقت عشاء کے بعد ہوا کرتا تھا اور نہ مغرب اور عشاء کے
درمیان +

دلوں آپ باہر جانوں کے ہمراہ کھانا کھا لیا کرتے تھے اور یہ
دسترخان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں کچا کرتا تھا اور خاص ہاں
آپ کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ عام طور پر وہ لوگ
ہوا کرتے تھے جنکو حضرت صاحب نامزد کر دیا کرتے تھے ایسے
دسترخان پر بعد اذ کھانے والوں کی دس سے بیس پچیس تک
ہو جایا کرتی تھی + ریڈیٹر بعض اوقات بہت زیادہ ہوتے تھے اور عام
گھر میں جب کھانا نوش جان فرماتے تھے تو آپ کبھی تنہا۔
مگر اکثر ام المؤمنین اور کسی ایک یا سب کچھ کو ساتھ لے کر تناول
فرمایا کرتے تھے۔ یہ عاجز کبھی قادیان میں ہوتا تو اس کو شرٹ
اس دسترخوان پر بیٹھنے کامل جایا کرتا تھا +

سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی تناول فرماتے تھے اور ایک

وہ آدمیوں کے ساتھ یا تنہا۔ سوائے گھر کے باہر جب کسی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ کھاتے تھے۔ ایک حکم تھا کہ خدام آپ کو عزت کی وجہ سے ہمیشہ الگ ہی بہن میں کھانا پیش کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اور جہان بھی سوائے کسی خاص وقت کے الگ الگ ہی برتنوں میں کھایا کرتے تھے۔ جب کھانا آگے رکھا جاتا یا دسترخوان بچھتا تو آپ اگر مجلس میں

کس طرح کھانا تناول فرماتے تھے

ہوتے تو پوچھ لیا کرتے۔ کیوں جی شروع کریں؟ مطلب یہ کہ کوئی جہان رہ تو نہیں گیا۔ یا سب کے آگے کھانا آگیا۔ پھر اب جواب ملنے پر کھانا شروع کرتے۔ اور تمام دوران میں نہایت آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھاتے۔ کھانے میں کوئی جلدی یا کوئی حرکت ناشائستہ آپ سے صادر نہ ہوتی۔ البتہ آپ کھانے کے دوران میں ہر قسم کی گفتگو فرمایا کرتے تھے برخلاف عام مولویوں کے طریقہ کے جو کھانے میں اتنا مصروف ہوتے ہیں کہ پھر انکو کوئی بدن کا ہوش نہیں رہتا۔ بچارے کوئی بات دین و دنیا کی کیا کریں۔ سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔ اور کسی خاص دعوت کے موقع پر دو تین قسم کی چیزیں سامنے ہوں تو اکثر صرف ایک ہی برآمد ڈالا کرتے تھے۔ اور سالن کی جو رکابی آپ کے آگے سے اٹھتی تھی وہ اکثر ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا بہت بوٹیاں یا ترکاری آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی۔ بلکہ صرف لعاب اکثر چھوڑ کر کھالیا کرتے تھے۔ یقیناً چھوٹا ہوتا تھا اور روٹی کے ٹکڑے آپ بہت سے کر لیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کی عادت تھی۔ دسترخوان سے اٹھنے کے بعد سب سے زیادہ ٹکڑے روٹی کے آپ کے آگے سے ملتے تھے اور لوگ بطور تبرک کے انکو اٹھا کر کھالیا کرتے تھے۔ آپ اس قدر کم خور تھے کہ باوجود سب جہانوں کے برابر آپ کے آگے کھانا رکھا جاتا۔ مگر کچھ بھی سب

زیادہ آپ کے آگے سے بچتا تھا۔ اور بعض شخص تبرک کے بہانے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے حضرت صاحب کا سپس خوردہ آپ کے اٹھتے ہی اٹھالیا کرتے تھے۔

بعض دفعہ تو دیکھا گیا کہ آپ صرف روکھی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال لیا کرتے تھے۔ اور پھر انگلی کا سر شور بے میں تر کر کے زبانا سے چھوڑ دیا کرتے تاکہ لقمہ مکین ہو جاوے۔ پچھلے دنوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے تو آپ اکثر صبح کے وقت کئی کی روٹی اکثر کھایا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ساگ یا صرف لسی کا گلاس یا کچھ مکھن ہوا کرتا تھا۔ یا کبھی آچار سے بھی لگا کر کھایا کرتے تھے۔ آپ کا کھانا صرف اپنے کام کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ لذت نفس کے لئے۔ بار بار آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کیا پکاتا تھا اور ہم نے کیا کھایا۔ ہڈیاں چوسنے اور بڑا نوالہ اٹھانے زور زور سے چپڑ چپڑ کرنے۔ ڈوکاریں مارنے۔ یا رکابیاں چلٹنے یا نہ کھانے پر بہت گفتگو کرنے اور اس کے مع ذوم اور لذائذ کا تذکرہ کرنے کرنے کی آپ کی عادت نہ تھی۔ بلکہ جو پکاتا تھا وہ کھالیا کرتے تھے کبھی کبھی آپ پانی کا گلاس یا چائے کی پیالی ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابتدائی عمر میں دامن ہاتھ میں ایسی چوٹ لگی تھی کہ اب تک بوجھل چیز اس ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اگر دوں ٹھیکر آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ آلتی پالتی مار کر بیٹھتے یا بائیں ٹانگ بٹھا دیتے اور دایاں گھٹنا کھڑکھٹے

میں نے پہلے ذکر کیا کہ مقصد آپ کے کھانے کا صرف قوت قائم رکھنا تھا

کیا کھاتے تھے

نہ کہ لذت اور ذائقہ اٹھانا۔ اس لئے آپ صرف وہ چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں اور جن سے دماغی قوت قائم رہتی تھی تاکہ آپ کے کام میں ہرج نہ ہو علاوہ بین آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو کچھ پرہیز بھی کھنا

۱۵

پڑتا تھا۔ مگر عام طور پر آپ سب طبیبات ہی استعمال فرماتے تھے اور اگرچہ آپ سے اکثر یہ پوچھ لیا جاتا کہ آج آپ کیا کھائیں گے بگڑہاں تک یہیں معلوم ہے خواہ کچھ پکا ہو آپ اپنی ضرورت کے مطابق کھا ہی لیا کرتے تھے۔ اور کبھی کھانے کے بعد مزہ ہونے پر اپنی ذاتی وجہ سے غفلی نہیں فرمائی نہ کبھی ایسا ہوا کہ تند مزاج ہنسوں کی طرح ہانڈی یا سالن کی رکابی اٹھا کر دے ماری ہو۔ بلکہ اگر خراب پکے ہوئے کھانے اور سالن پر ناراضی کا اظہار بھی فرمایا تو صرف اس لئے اور یہ کہہ کر کہ مہانوں کو یہ کھانا پسند نہ آیا ہوگا۔

روٹی آپ تندوری اور ہاتھ کی دونوں قسم کی کھاتے تھے کابل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بجرم بھی استعمال فرمایا کرتے تھے بلکہ ولایتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں چربی ہے کیونکہ بنانے والوں کا ادعا تو مکھن ہے پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں بکئی کی روٹی بہت مدت آپ نے آخری عمر میں استعمال فرمائی کیونکہ آخری سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہو گئی تھی اور ضمیم کی طاقت کم ہو گئی تھی۔ علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیر مال کو پسند فرماتے تھے اور باقر خانی کلچر وغیرہ غرض جو جو اقسام روٹی کے سامنے آ جا یا کرتے تھے آپ کسی کو رد نہ فرماتے تھے۔

سالن میں نے ابھی ذکر کیا آپ بہت کم کھاتے تھے گوشت آپ کے ہاں دو وقت پختا تھا مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی۔ یہ دال ماش کی یا ارودھ کی ہوتی تھی جس کے لئے گورپو کا ضلع مشہور ہے۔ سالن قہریم کا اور زکاری عام طور پر ہر طرح کی آپ کے دسترخوان پر دکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حلال اور طیب جانور کا آپ کھاتے تھے۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تتر فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبد الرحیم صاحب نو مسلم کو ایسا گوشت مہیا کر نیکیو

فرمایا کرتے تھے مرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا۔ مگر بٹیرے جیسے کہ سنجاب میں طاعون کا زور ہوا کھانے چھوڑ دیے تھے بلکہ منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے۔ اور بنی اسرائیل میں نئے کھانے سے سخت طاعون پڑی تھی حضور کے سامنے دو ایک دفعہ گوہ کا گوشت پیش کیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ جائز ہے جس کا جی چاہے کھائے۔ مگر رسول کریم نے چونکہ اس سے کراہیت فرمائی اس لئے ہم کو بھی اس سے کراہیت ہے اور جیسا کہ دلائل ہوا تھا یہاں بھی لوگوں نے آپ کے ہمان خانہ بلکہ گھر میں بھی بچوں اور لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا مگر آپ نے اُسے قریب نہ آنے دیا مرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھالیتے تھے۔ سالن ہو یا کھنا ہوا۔ کباب ہو یا پلاؤ مگر اکثر ایک ران پر ہی گزارہ کر لیتے تھے۔ اور ہی آپ کو کافی ہو جاتی تھی بلکہ کبھی بچ رہا کرتا تھا۔ پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے مگر ہمیشہ نرم اور گدازا ور گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے۔ مگر گڑ کے دہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب مرغ۔ پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیربنی میٹھے چاول وغیرہ جب کبھی آپ کھکر پکوا یا کرتے تھے جب ضعف معلوم ہوتا جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی تو ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف اور دوسرے وقت دودھ وغیرہ سے گزارہ کر لیتے۔ دودھ بالائی مکھن یہ شیا بلکہ بادام روغن تک صرف قوت کے قیام اور ضعف کے دور کر نیکیو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں بعض لوگوں نے آپ کے کھانے پر عرض کئے ہیں۔ مگر ان بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ ایک شخص جو عمر میں بوڑھا ہے اور اسے کئی امراض لگے ہوئے ہیں اور باوجود ان کے وہ تمام جہاں سے مطہر پیکار ہے۔ ایک جماعت بنا رہا ہے جس کے فرد پر اس کی نظر ہے صلاح امت کے کام میں مشغول ہے۔ ہر

نہایت سے الگ الگ قسم کی جنگ ٹھنی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ سے الگ
قسم کے تعلقات ہیں۔ دن رات تصانیف میں مصروف ہے جو نہ
صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی میں اور پھر وہی انکو لکھتا اور وہی
کاپی دیکھتا۔ وہی پردن درست کرتا اور وہی انکی اشاعت کا
انتظام کرتا ہے۔ پھر سینکڑوں مہانوں کے ٹھہرنے اترنے اور علی
حسب مراتب کہلانیکا انتظام عمارت کا کام مباحثات اور وفد
کا اہتمام پیچھے نواز دہلی حاضری مسجد میں روزانہ مجلسیں اور
تقریریں ہمسرہ بیسیوں آدمیوں سے ملاقات۔ اور پھر ان سے طرح
طرح کی گفتگو۔ مقدمات کی پیروی روزانہ سینکڑوں خطوط پڑھنے
اور پھر ان میں سے بہتوں کے جواب لکھنے۔ پھر گھر میں اپنے بچوں اور
اہل بیت کو بھی وقت دینا۔ اور باہر گھر میں سچت کا سلسلہ اور نصیحتیں
اور دعائیں غرض اس قدر کام اور دماغی محنتیں اور تفکرات کے
ہوتے ہوئے اور پھر تقاضائے عمر اور امراض کی وجہ سے اگر صرف
اس عظیم الشان جہاد کے لئے قوت پیدا کرنے کو وہ شخص بادل
روغن استعمال کرے تو کون بے وقوف اور ناحق شناس ظالم
طبع انسان ہے جو اس کے اس فعل پر اعتراض کرے کیا وہ
نہیں جانتا کہ بادل روغن کوئی مزید چیز نہیں اور لوگ لذت
کے لئے اسکا استعمال نہیں کرتے۔ پھر اگر مزے کی چیز بھی استعمال
کی تو ایسی نیت اور کام کرنے والے کے لئے تو وہ فرض ہے
حالانکہ ہمارے جیسے کابل الوجود انسانوں کے لئے وہی کہانے
تعمیش میں داخل ہیں۔

اور پھر جس وقت دیکھا جائے کہ وہ شخص ان مقوی غذاؤ کو
صرف قوت لایوت اور سدق کے طور پر استعمال کرتا ہے تو کون
عقل کا اندھا ایسا ہوگا کہ اس خوراک لہذا حیوانی اور مخلوط
نفسانی سے تعبیر کرے خدا تعالیٰ ہر مومن کو بدظنی سے بچائے۔
دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت
تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دیکو بھی کچھلے دنوں میں زیادہ

استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ یہ معمول ہو گیا تھا کہ اور دودھ
پیادہ ہر دست آگیا۔ اس لئے بہت ضعف ہوتا جاتا تھا۔ اس کے
دور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت
قائم کرنے کو پی لیا کرتے تھے۔

دن کے کہانے کے وقت پانی کی جگہ گرمی میں آپ سی پی
لیا کرتے تھے اور برف موجود ہو تو اسکو بھی استعمال فرماتے تھے۔
ان چیزوں کے علاوہ شیر بادام بھی گرمی کے موسم میں
جس میں چند دانہ مغز بادام کے اور چند چھوٹی الائچیاں اور
کچھ مصری پیس کر چھنکڑتے تھے۔ پیار کرتے تھے اور اگر چہ معمولاً
نہیں مگر کبھی کبھی رفع ضعف کے لئے آپ کچھ دن متواتر کھنی گوشت
کی یا پاؤں کی پیار کرتے تھے۔ کھنی بھی بہت بد مزہ چیز ہوتی تھی
یعنی صرف گوشت کا ابلنا ہوا اس ہو کر تا تھا۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر مزید بطور تحفہ کے لایا بھی
کرتے تھے۔ گاہے بگاہے خود بھی منگواتے تھے پسندیدہ میوہ
میں سے آپ کو آپکو انگوٹھیں کا کیلا۔ ناگپوری سنگترے سیب
سرے اور سردلی آم زیادہ پسند تھے۔ باقی میوے بھی گاہے
ماہے جو آتے رہتے تھے کہا لیا کرتے تھے گنا بھی آپ کو پسند تھا۔
ستھوت بیدانہ کے موسم میں آپ بیدانہ اکثر اپنے باغ کی
جنس سے منگو کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں سیر کے وقت
باغ کی جانب تشریف لیجاتے اور مع سب رفیقوں کے اسی جگہ
بیدانہ ٹروا کر سب کے ہمراہ ایک ٹوکری میں نوش جان فرماتے۔

اور خشک میوہوں میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے
چائے کا میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں۔ آپ جاڑوں میں
صبح کو اکثر مہانوں کے لئے روزانہ بنواتے تھے اور خود بھی پی
لیا کرتے تھے مگر عادت نہ تھی۔ سبز چائے استعمال کرتے۔ اور
سیاہ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر دودھ والی مٹھی پیتے تھے۔
زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا لیو نیڈ جگر

وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے بلکہ شدت گرمی میں
برن بھی امرتسر لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔ اور گردہ کے
درد کی تکلیف کی وجہ سے سوڈا واٹر اور بھٹ تیترا کا گوشت بار بار
استعمال فرمایا۔

بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا اس بات
کی پرچول نہ تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمانوں کی۔ لوگوں
کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے بھی کھا لیتے تھے
اور خود بھی روپیہ دو روپیہ کی مٹھائی منگوا کر کھا کرتے تھے مٹھائی
بچوں کے لئے ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں
یا پیسہ مانگنے دوڑے آتے تھے۔ مٹھے بھڑے ہوئے سمو سے یا بیدیا
عام طور پر یہ ڈوہری چیزیں آپ ان بچوں کے لئے منگوا رکھتے
کیونکہ یہی قادیان میں ان دنوں میں ابھی بنتی تھیں۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ کو اپنے
کھانے کی نسبت اپنے ہمانوں کے کھانے کا زیادہ فکر رہتا
تھا اور آپ دریافت فرمایا کرتے کہ فلاں ہمان کو کیا پسند ہو
اور کس کس چیز کی اس کو عادت ہے چنانچہ مولوی محمد علی صاحب
کا جب تک نکاح نہیں ہوا تب تک آپ کو ان کی خاطر داری کا
اس قدر اہتمام تھا کہ روزانہ کئی برس رہے خود اپنی نگرانی میں ان
کے لئے دودھ چائے بسکٹ بٹھائی۔ انڈے وغیرہ برابر صبح
کے وقت بھیجا کرتے اور پھر لے جانے والے سے دریافت بھی
کر لیتے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح سے کھا بھی لیا۔ تب انکی تسلی
ہوتی۔ اسی طرح خواجہ صاحب کے چائے چاول وغیرہ ان کے
خاص مرغوبات کا بڑا خیال رکھتے۔ اور بار بار دریافت فرمایا
کرتے کہ کوئی ہمان بھوکا تو نہیں رہ گیا یا کسی کی طرف سے ملازمت
لنگر خانہ نے تغافل تو نہیں کیا۔ بعض موقع پر ایسا ہوا کہ کسی ہمان
کے لئے سالن نہیں بچایا وقت پر ان کے کھانا رکھنا بھول گیا
تو اپنا سالن یا سب کھانا اس کے لئے اٹھوا کر بھجوا دیا۔

بار بار ایسا بھی ہوا کہ آپ کے پاس تحفہ میں کوئی چیز کھانی کی
آئی یا خود کوئی چیز آپ نے ایک وقت منگوا لی پھر اس کا خیال نہ
رہا اور وہ صندوق میں پڑی پڑی ٹسری یا خراب ہو گئی۔ اور آپ
سب کا سب پھینکنا پڑا۔ یہ دنیا دار کا کام نہیں۔

ان سب اشیاء کا نام ٹپھکر ایک شخص دھوکا کھا سکتا ہے
کہ حضرت صاحب قہرسم کے عمدہ عمدہ کھانے مٹھائیاں میوے
وغیرہ وغیرہ سب چیزیں خوب کھاتے تھے۔ سو یاد رکھنا چاہئے
کہ میرا بیان میں کچیس برس کے مشاہیر پر حاوی ہے۔ یہ اشیاء آپ نے
اپنے دسترخوان پر استعمال فرمائی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور
ہر وقت آپ کا خوان لایا بنا رہتا تھا اور پھر یہ کہ ان اشیاء میں سے
اکثر چیزیں تحفہ کے طور پر خدا کے وعدوں کے ماتحت آتی تھیں
اور بار بار ایسا ہوا کہ حضرت صاحب نے ایک چیز کی خواہش
فرمائی اور وہ اسی وقت کسی نو دار دیا مرید باخلاص نے لاکر
حاضر کر دی۔

آپ کو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔ پان البتہ کبھی کبھی دل کی
تقویت یا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کے لئے یا کبھی گھر میں سے
پیش کر دیا گیا تو کھا لیا کرتے تھے۔ یا کبھی۔ کھانسی نزلہ یا گلے کی
خراش ہوئی تو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حقہ تبا کو آپ پسند
فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ایک موقع پر کچھ حقہ نوش کو ہمان خانہ سے
نکال بھی دیا تھا۔ ہاں جن ضعیف العمر لوگو کو مدت العمر سے عادت
لگی ہوئی تھی۔ ان کو آپ نے بسبب مجبوری کے اجازت دیدی
تھی کئی احمدیوں نے تو اس طرح پر حقہ چھوڑا کہ انکو قادیان میں
وارد ہونے کے وقت حقہ کی تلاش میں تکیوں میں یا سیمی مرانظام میں
دغیبہ کی ٹولی میں جانا پڑتا تھا۔ اور حضرت صاحب کی مجلس
سے اٹھ کر وہاں جانا چونکہ بہشت سے نکل کر دوزخ میں جانے کا
حکم رکھتا تھا اس لئے باغیرت لوگوں نے ہمیشہ کے لئے حقہ
اور دغابہ کی۔

ہاتھ دھونا وغیرہ کھانے سے پہلے عموماً اور بعد میں

ضرورتاً تھ دھویا کرتے تھے اور

سردیوں میں اکثر گرم پانی استعمال فرماتے صابون بہت ہی کم جتے

تھے پکڑے یا تولیہ سے ہاتھ پونچھا کرتے تھے بعض ملاؤں کی طرح

ڈاڑھی سے چکنے ہاتھ پونچنے کی عادت ہرگز نہ تھی۔ کئی بھی کہانے

کے بعد فرماتے تھے اور خلال بھی ضرور رکھتے تھے۔ جو اکثر کھانے

کے بعد کیا کرتے تھے۔

رمضان کی سحری کے لئے آپ کے لئے سالن یا مرغی کی

ایک دان اور فرنی عام طور پر ہوا کرتے تھے اور سادہ روٹی

کے بجائے ایک پرائٹھا ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ آپ اس میں سے

تھوڑا سا ہی کھاتے تھے۔

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنا مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے

ادائل عمر میں گوشہ تنہائی میں بہت مجاہدات کئے اور ایک

موقعہ پر ستواتر چھ ماہ کے روزے منائے الہی سے رکھے اور

خوراک آپ کی صرف نصف روٹی یا کم روزہ افطار کرنے کے بعد

ہوتی تھی۔ اور سحری بھی نہ کھاتے تھے۔ اور گھر سے جو کھانا

آتا وہ چھپا کر کسی سکین کو دیدیا کرتے تھے تاکہ گھر والوں کو

معلوم نہ ہو مگر اپنی جماعت کے لئے عام طور پر آپ نے ایسے

مجاہدے پسند نہیں فرمائے۔ بلکہ اس کی جگہ تبلیغ اور قلمی خدمات

کو مخالفان اسلام کے برخلاف اس زمانہ کا جہاد قرار دیا پس ایسے

شخص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ دنیاوی لذتوں کا خواہشمند

ہے سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے؟

لنگر خانہ میں آپ کے زمانہ میں زیادہ تر وال اور خاص پہاڑوں

کے لئے گوشت پکا کر تاتھا مگر جلسوں میں یا عیدین کے موقعہ پر یا

کبھی آپ کے بچوں کا عقیقہ یا کوئی اور خوشی کا موقعہ ہو تو آپ عام طور

پر اس دن گوشت یا پلاؤ یا زردہ کا حکم دیدیا کرتے تھے کہ غربا کو

بھی اس میں شریک ہونے کا موقعہ ملے۔

آپ خاندانی طبیب تھے۔ آپ کے والد ماجد

ادویات

اس علاقہ میں نامی گرامی طبیب گزر چکے

ہیں۔ اور آپ نے بھی طب سبقتاً سبقاً پڑھی مگر باقاعدہ طب

نہیں کیا کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پونچھنے

آجاتے تھے آپ اکثر مفید اور شہورادو یہ اپنے گھر میں موجود رکھتے

تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔ اور آخر میں تو آپ کی ادویات

کی الماری میں زیادہ تر انگریزی ادویہ ہی رہتی تھیں مفصل ذکر

طبابت کے نیچے آئے گا۔ یہاں اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آپ

کئی قسم کی نقوی دماغ ادویات کا استعمال فرمایا کرتے تھے مثلاً

کوکا۔ کولامچھلی کے تیل کا مرکب۔ ایسٹن سرپ۔ کونین۔ فولاد وغیرہ

اور خواہیسی ہی تلخ یا ہمزہ دوا ہوا آپ اس کو بے تکلف پی

لیا کرتے۔

سر کے دورے۔ اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ

آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت علی

قائم کامنگوا یا کرتے تھے۔ بیشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام

میں حکیم محمد حسین صاحب مفرج عنبری کے سپرد تھی عنبر اور مشک

دونوں مدت تک سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسی کی معرفت

آنے رہے مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت تھی کہ بعض اوقات

سلسلے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی

فورا نکال لیا۔

الہام

کھانا کھلانے کی بابت آپ کو ایک الہامی حکم ہے۔

یا ایہا النبی اطعموا الجائع والمعتز یعنی اے

نبی مجھو کے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ۔ (الحق)

خدا کی روح سے معمور مسیح موعود کا خطاب جماعت سے

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند و الجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے؟

پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں +

(۱) ہر شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند ہے یا زیادہ ہنرمند ہے وہ تکبر کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں ہے؟ کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اس بھائی کو جسے وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور ہنر دیدے؟ (۲) ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و شمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی تکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و شمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے +

(۳) ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غور کرتا ہے اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازان ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ تکبر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جسکی تحقیر کی گئی ہو ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور باطل نہ ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے +

(۴) ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا

مانگنے میں سست ہے وہ بھی تکبر ہے کیونکہ تو توں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے +

سو تم اسے عزیزو

ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں تکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو +

(۵) ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے +

(۶) ایک غریب بھائی جو اس کے پاس ٹھہرا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے +

(۷) اور وہ جو خدا کے مرسل اور مامور کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے +

(۸) ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے

(۹) اور وہ جو خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریر و نکو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے

سو کوشش کرو

کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔

پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور مسکین اور بے شرتا تم پر رحم ہو +

میرے آقا کی زندگی کے مختلف واقعات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و شمائل کے کسی پہلو پر بھی کچھ لکھا جائے وہ بہت وسعت اور تفصیل چاہتا ہے اور پھر بھی اس کے ناتمام رہنے کا خطرہ رہ جاتا ہے۔

میں آپ کے اس یادگاری نمبر میں آپ کے شمائل و اخلاق میں سے احباب کی ترقی ایمان کے لئے بہت ہی مختصر بیان کر سکتا ہوں۔ اس کی تفصیل وہ سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کے حصہ شمائل و اخلاق میں پڑھیں گے و بالمد التوفیق۔

خادموں کے سلوک آقا اور نوکر کے تعلقات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اس میں بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھا ہے اخلاقی ٹھوکر کھاتے ہیں۔ آقا ہی سمجھتا ہے کہ یہ جو شخص ہماری ملازمت و خدمت میں ہے قدرت نے نمودار اس کو انسان نہیں بلکہ حیوان بنا دیا ہے اور جو خدمت اس سے جس وقت چاہیں لیں وہ تکلیف اور تکان کے اٹروں سے محفوظ ہے اس کے جذبات اور حسیات کا تو قطعاً خیال ہی نہیں کرتے جن الفاظ میں چاہیں اس کو خطاب کریں۔ غرض یہ ایک ایسا کھلا ہوا معاملہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی مجھے حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل زمانہ سے ایسا موقعہ دیا تھا کہ خدمت گار آپ کے پاس رہتے لیکن آپ کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پایا جاتا ہو کہ آپ ملازموں سے بدسلوکی تو دکرنا سختی سے بھی تباؤ کرتے ہوں۔

بلکہ آپ کی زندگی کا پر غور مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ آپ ملازموں کو خدا تعالیٰ کا ایک فضل اور رحم سمجھ کر اسے ہمیشہ اخلاق اور محبت سے پیش آتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے

خادموں میں سے ایک حافظ حامد علی صاحب ہیں۔ صدر انجمن نے انکو پنشن دیدی ہے اور وہ قادیان میں رہنے کے لئے ایک مختصر سی دکان کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق اور اس بڑاؤ کا جو وہ حافظ حامد علی صاحب سے کرتے تھے ذکر کرتے ہوئے صاف کہتا ہے کہ

میں نے تو ایسا انسان کبھی نہ دیکھا ہے

بلکہ اسے تو اب دنیا میں کوئی انسان اخلاق کی ایسی شان کا پسند نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ ٹھکر کا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ میں بڑا ہی مست تھا اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کرتا با این سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے۔

اور میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حافظ حامد علی کو اسی پر سے نام سے پکارتے یا میاں حامد علی کہتے۔ ہمارے ملک میں لفظ او کے ساتھ نوکروں یا دوسرے لوگوں کو جو درجہ کم ہوں خطاب کرنے کا جو طریق رائج ہے حضرت اس لفظ سے کبھی خطاب نہ کرتے۔

اور باتیں کرتے وقت ہمیشہ شخص کو آپ کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ عمر کا بہت بڑا حصہ جو چوتھائی صدی سے کم نہ ہوگا ایک شخص آپ کی خدمت میں گذارتا ہے وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ اپنے کاموں میں سست تھا مگر یہ خدا کا برگزیدہ کبھی ہے جھڑکتا نہیں۔ بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ محبت اور آرام کا سلوک رکھتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں میں ایک پیرا پہاڑ یا ٹھکانہ جو بالکل جاہل اور اجڑا آدمی تھا اس کے دیکھنے والے بہت موجود ہیں۔

اس سے بیوقوفی کے افعال کا سرزد ہونا ایک معمولی بات ہوتی تھی مگر حضرت نے اسے بھی کبھی گھر کا نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق کہا کرتے کہ اہل الجنہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیماری کا دورہ ہوا۔ باد جو کچھ گرمی کا موسم تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ اور مسجد کی چھت پر سر پہنچا فرماتے۔ اسباب فوراً میں مصروف ہو گئے۔ پیرا کو بھی خبر ہو گئی وہ اس وقت مٹی کا کوئی کام کر رہا تھا۔ پاؤں کچھڑ میں لتھڑے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں مسجد میں چلا آیا آگے درمی تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور درمی کا فرش خراب ہوتا۔ اس ہیئت کذا فی سئہ آگے بڑھا اور حضرت کو دبانے لگا۔ بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آگیا۔ تیرے پاؤں خراب ہیں مگر اس نے بھی کچھ نہیں سنا۔ اور حضرت کو دبانے لگا لیکن لوگوں نے ڈانٹا تو حضرت نے فرمایا اُس کو کیا خبری جو کرتا ہی کرنے دو کچھ حرج نہیں یہ اسکی پہلی حرکت نہ تھی وہ ہمیشہ اپنی بیوقوفی یا سادگی سے دوسرے کا مستوب ہو سکتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے کبھی نہ ڈانٹا اور نہ دھمکایا۔ اندرون خانہ میں بعض عورتیں ملازم تھیں حضرت کی غرض لبصر اور استغراق تو عام طور پر مشہور تھا اور وہ سب یقین کرتی تھیں کہ انکو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ایک خادمہ نے ایک مرتبہ کچھ چاول چرائے اور دوسری نے اس کو مٹا لیا اور کپڑا لیا۔ اس پر اسے ہدف ملامت بنایا جا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی وہاں آنکھ لے اور واقعہ آپ کے نوٹس میں بھی لایا گیا آپ نے سن کر فرمایا محتاج ہی کچھ تھوڑے سے پیڑ اور مضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستار کا شیبہ خست بیا کرو ایک نادان تعزیرات پروردینے والا شاید اسے تنظیمی مہلو سے پسند نہ کرے مگر وہ نہیں جانتا کہ عفو و درپشم پوشی بعض اوقات تازہ بردست علاج کمزوریوں کے ہے جو تعزیرات سے وہ بہت حاصل نہیں ہوتی۔

پہلیس کے بعض ملازموں کی حضرت حکیم فضل الدین صاحب

مرحوم نے جو انچارج پریس تھے ایک مرتبہ شکایت کی کہ یہ تنگ کرتے ہیں۔ غلطی کرتے ہیں۔ وہ تکلیف دیتے ہیں۔ نہایت توجہ سے ان شکایات کو سنا اور حضرت حکیم صاحب غالباً سمجھتے تھے کہ کوئی سخت سزا کا حکم دیا جائیگا لیکن آپ نے ساری روداد سن کر فرمایا حکیم صاحب۔ ہاں میں مرد ماں بیاید خست دوسرے بھی تو آدمی ہی ہونگے۔ اگر کسی اعلیٰ درجہ کے کام کے ہوتے تو یہ کام ہی کیوں کرتے۔ ان کے اخلاق۔ عادات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں کئی برسوں سے یہ میرے پاس کام کرتے ہیں آخر کام ہوتا ہی آیا ہو۔ یہ پرانے لوگ ہیں آپ چشم پوشی سے کام لے لیا کریں۔

Digitized by Khilafat Library

حکیم صاحب اور دوسرے لوگوں کے ایمان میں اس سے جو ترقی ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے۔ ایسا ہی لنگر خانہ کے ایک ملازم کی بارہ شکایت ہوئی اور بعض بڑے بڑے آدمیوں نے جن کی نسبت یہ دہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انکی شکایت سے یہ بیچ سیکھتا مگر حضرت نے ہمیشہ درگزر کیا۔

کاروبار کے سلسلے میں کبھی آپ ملازموں کی کسی پر بھی خفا نہ ہوتے لیکن جہاں غیرت دینی کا سوال ہوتا وہاں آپ معمولی سی بات پر بھی چشم پوشی نہ فرماتے اور سخت سزا دیتے تھے۔

بچوں کو مارنے کے باوجود یکہ آپ سخت خلاف تھے اور انکو سخت ناپسند تھا کہ کوئی بچوں کو مارے لیکن ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب (اللہم اجعلہ لنا فطامین) سے قرآن مجید کی بے ادبی ہو گئی۔ وہ بچہ تھا نا واقف تھا اور اس میں کوئی عہد اور ارادہ ظاہر نہ ہوتا تھا مگر حضرت اس کو برداشت نہ کر سکے اور اسے مارا اور کہا کہ میری آنکھوں کے آگے سے ہٹا لو۔

شفقت اور نرمی ایک طرف تھی اور غیرت دینی دوسری طرف غرض اپنے خادموں کو کبھی آپ نے ذلیل نہیں سمجھا اور اپنے

کام کسی فعل سے کبھی انکو ذلیل نہیں کیا۔ انسانی کمزوریوں کا علاج انہیں سبکدوشی سے کام لیا اور اس کا پتہ ہے کہ وہ خادم جو حضرت اقدس کی خدمت میں رہ چکے ہیں اب انہیں کوئی دوسرا آقا پسند ہی نہیں آسکتا اور اسی خصوصیت میں وہ پختہ ہیں۔

انسانی فطرت کے اخلاقی کمال کے دشمنوں سے سلوک
دیکھنے اور پرکھنے کے یوں تو بہت سے موقعہ ہوتے ہیں لیکن جب وہ اپنے دشمنوں سے ایسی حالت میں کہ اسے اقتدار حاصل ہو۔ نیک معاملہ کرے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی ہمت بلند اور اس کا حوصلہ وسیع ہے۔ دنیا میں اپنے دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی مثالیں بہت ہی کم مل سکتی ہیں اور سب سے زیادہ شاندار پہلو اس خصوصیت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتا ہے۔

اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس کا نمونہ نظر آتا ہے۔

اس سلوک کی شان اور عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ وہ ان حالات میں کیا جاوے جس وقت فطرتاً اور قدرتاً انسانی جذبات انتقام پہچان میں آنے چاہئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کے اس خصوص پر غور کرتے ہوئے مجھے ہمیشہ اسی مرحلہ پر ایک لذیذ ایمان پیدا ہوتا ہے کہ وہ جدال و قتال کے میدان میں بھی حکم دیتے ہیں لا تقتلوا ان الله لا يحب المعتدين۔ دیکھو حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ میزان اور اعتدال کا میدان جنگ میں خیال رکھنا اس انسان کا کام ہے جس کو اپنے قومی و جذبات پر کامل حکومت حاصل ہو۔

دشمن جب حملہ کر رہا ہو اور اس کا حلیہ نہایت شدید اور نقصان رسان ہو اس وقت دشمن کے ساتھ سلوک اور احسان جبکہ

وہ زد کے نیچے ہو معمولی بات نہیں ہو سکتی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کتنی اقتدات کا یہاں ذکر کر دوں گا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت معاندین و مکر میں سے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ کی جو مخالفت کی اور آپ کی جماعت کو اور آپ کو جو ایذا رسانی کی تجویزیں کیں کوئی دوسرا نہیں بھونچا اور مجھ کو یہاں نہ ان تفصیل میں احباب کو لے جانا ہے۔ ڈاکٹر مارٹن کلا رکنے جب اقدام قتل کے مقدمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تباہ کر دینے کا منصوبہ کیا اس مقدمہ قتل میں مولوی محمد حسین صاحب اس موقع پر ہی فطرت اور جذبہ انتقام کو بیکراٹے تھے اور ایسے موقعہ پر جبکہ ایک شخص کی عزت و آبرو اور جان و مال پر اسکی شہادت کا نقصان رسان اثر پڑتا ہو تو تو اپنے دشمن کے ساتھ کیا کچھ کرے گا۔ عدالتوں میں ایسے موقعہ پر گواہوں کے ساتھ فریق مخالف جو سلوک کرتا ہو وہ ایک ظاہر بات ہے اور اس کی ذاتی کمزوریوں کو جس طرح طشت ازبام کیا جاتا ہے وہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مجھے اسکی مزید صراحت کی حاجت ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قانونی پیر کار مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر لاہور اس وقت تک زندہ ہیں اور وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وسعت حشاق کے وہ مداح ہیں۔

مولوی صاحب موصوف قانونی مشیر کے فرائض انجام انجام دے رہے تھے۔ انہوں نے اس وقت مولوی محمد حسین صاحب پر بعض ایسے سوالات جرح کرنے چاہے جو انکی پوزیشن کو صدمہ پہنچا سکتے تھے۔ اور انہوں نے چاہا کہ ان سوالات سے مولوی محمد حسین صاحب کو عدالت کے سامنے شرمندہ کریں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوصفیکہ مولوی محمد حسین صاحب انکو اقدام قتل کا مجرم ثابت کرنے آیا تھا۔ اتنے بڑے

روک دیا۔ اور بڑے اصرار کے باوجود بھی اجازت نہ دی کہ ایسے سوالات کئے جاویں جو اس کی تزییل کا موجب ہوں۔ یہ سلسلہ حوصلگی اور فراخ دلی اپنے دشمنوں سے ورگزر اور عقوبت کی زندگی میں دکھاؤ۔ اور پھر ایسے موقعہ پر کہ جہاں بڑے سے بڑے ہنس بھی انتقامی سپرٹ سے کام لیتے ہیں اور دہ عت و اخلاق میں قابل اعتراض نہیں ہوتے۔

ایک دوسرا اونیورسٹی واقعہ قادیان کا میں پیش کر دینگا اور اس پر اس کو ختم کر دوں گا۔ مرزا نظام الدین صاحب آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کے بڑے بھائی مرزا امام الدین صاحب اس سلسلہ کے اور حضرت صاحب کے ساتھ خاص طور پر عداوت رکھتے تھے۔ مرزا نظام الدین صاحب نے اپنے بڑے بھائی کی تحریک سے ایک دیوار اس مقام پر دے دی جہاں دفتر محاسب آج کل ہے یعنی دفتر محاسب کے دروازہ اور گول کمرہ کے صحن کی دیوار کو ایک دیوار سے ملا دیا۔ یہ راستہ جماعت کا مسجد مبارک مسجد قطبی اور بازار کو جانے کا تھا۔ ہر چند کہ شش گنگی کہ یہ راستہ کھول دیا جاوے حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عدالت میں جانے کی بجائے پسند کیا کہ ان لوگوں کو کچھ روپیہ دیدیا جاوے شہر کے بعض لوگوں کو اس مقصد کے لئے بلا کر کہا گیا اور انہوں نے اس معاملہ میں گفتگو کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جماعت کی اس تکلیف کا بید احساس تھا جب بعض ضعیف اور کمزور آدمیوں کو ایک چکر کاٹ رہے ہیں آتے دیکھتے تو حضرت شاہی طبیعت کو سخت صدمہ ہوتا اس کیفیت مانگا کہ الفاظ میں نہیں کہیں سکتے۔

بالآخر مقدمہ عدالت میں آگیا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد آخر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے موافق وہ دیوار ٹھہ گئی

در دیوار دینے والوں کو اپنے ائمہ سے گرائی پڑی وہ نظارہ

نہایت موثر اور شاندار تھا۔ جب وہ دیوار گرائی جا رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس سے زیادہ کوئی اثر نہ تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی حمد کرتے تھے کہ احباب کی تکلیف رفع ہو گئی ورنہ دنیا دار جس طرح پر مقدمہ جیت جانے کے بعد اڑتے اور دوسرے فریق کو رسوا کرتے ہیں وہ ایک ظاہر بات ہو خیر دیوار گر گئی راستہ ہو گیا اور

خدا کی باتیں پوری ہو گئیں

اس مقدمہ میں سر جانہ اور خرچ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر ہوئی تھی اور وہ ایک معقول رقم تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی اس ڈگری کے اجرا کی کوشش نہ کی اور نہ خواستش ظاہر کی جن ایام میں کرم الدین سے مقدمات کا سلسلہ جاری تھا جوجہ صاحب اور بعض دوسرے دوستوں کو خیال آیا کہ اس ڈگری کا اجرا اگر نہ کرایا گیا تو میعاد گزر جائے گی اور پھر یہ روپیہ نہیں مل سکیگا انہوں نے اجرا کر دیا۔ مرزا نظام الدین صاحب کو جب اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک دبا اور عجز کا خد لکھا میں نے وہ خط پڑھا تھا۔ اس میں اپنی حالت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظمت کا اظہار تھا اور بالآخر یہ استدعا تھی کہ اس خرچہ کو معاف کر دیا جاوے اجرا کے ذریعہ مجھے ذلیل نہ کیا جاوے اور اگر معاف نہ کیا جاوے تو میں باقسط وید دنگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ خط بمقام گود اسپر پہنچا۔ آپ نے اسی وقت خواجہ صاحب کے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ حضور محض اسوجہ سے کہ زاید المیعاد نہ ہو جائے میں اجرا کی درخواست دیدی تھی۔ یہ حضرت کا اختیار ہو کہ اسے پھر داخل دفتر کر دیا جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ ادراپند نہیں آئی۔ اور فرمایا کہ

کبھی میری اجازت کے بغیر یہ اجرا نہ کرائی جائے

اور اسی وقت حضرت اقدس نے ایک خط اپنے ہاتھ سے لکھا اور مولوی یار محمد صاحب کو خاص طور پر مقرر کیا کہ وہ اس خط کو بھی لے جائیں اور مرزا نظام الدین کو جہاں کہیں ہوں انکو وہ خط دیا جاوے چنانچہ مولوی یار محمد صاحب گورداسپور سے قادیان اور قادیان سے مساسیان پہنچے جہاں مرزا نظام الدین صاحب تھے اور وہاں جا کر وہ خط انکو دیا گیا۔ مرزا نظام الدین صاحب کی مسرت اور خوشی کی حد نہ رہنا ایک قدرتی بات تھی۔ اس خط میں حضرت صاحب نے انکو لکھا تھا کہ میرے علم کے بغیر ایسا ہوا ہے اور میں نے آئندہ کے لئے کہہ دیا ہے کہ وہ کبھی جاری نہ کرائی جاوے۔ اور ہر طرح کی تسلی و تشفی کی تھی۔

امروا قعہ کے طور پر مجھے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ سلسلہ کی ابتدائی زندگی میں مرزا نظام الدین صاحب اور ان کے زیر اثر لوگوں کی وجہ سے ہماری جماعت کو ایسی تکالیف پہنچ چکی تھیں کہ اگر کوئی دنیا دار ان کے مقابلہ میں ہوتا تو ان کی تکلیف اور ایذا رسانی کے لئے جو چاہتا کرتا مگر نہیں جب آپ کو موقع ملا اور ان پر ایک اقتدار حاصل ہوا تو آپ نے اسی طرح

لا تشریب علیکم الیوم

کہہ دیا جس طرح پسند ارسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کی زندگی میں کئی واقعات کا مجھے علم ہے کہ جب مسیح موعود علیہ السلام کو موقع ملا تو آپ نے احسان اور صلہ رحمی کی نشان کا نمونہ دکھایا۔ دشمنوں سے سلوک کی ایک مثال کا میں اور ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔

قادیان میں سلسلہ کی ابتدائی زندگی کے ایام میں ہماری جماعت کے لوگوں کو مکانات کے متعلق سخت تکالیف ہوتی تھیں اور بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچی کہ قادیان کے ظالم

اور ناخدا انرس زمینداروں نے ہمارے مہانوں کے دامنوں میں پاخانہ تک ڈلوادیا۔ ان ظالم کی داستان نہایت درد انگیز اور خونی داستان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اپنے موقع پر درج ہو جائے گی۔

سید احمد نور جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ کے مخلص اور سرکوبت جان شاروں میں سے ہیں اور جو عرصہ از سے ہجرت کر کے قادیان میں آگئے ہیں انہوں نے ڈھاپ میں سٹی ڈاکر اپنا مکان بنانا چاہا۔ قادیان کے وہ شورہ پشتا جہر ایسے موقع پر نسا د کرنے اور تکلیف دینے کو آمادہ رہتے تھے لٹھ لیکر آپہنچے اور مقابلہ ہو گیا۔ سید احمد نور اور اس کے بعض افغان رفقاء نے بھی مقابلہ کیا۔ سید احمد نور اور ایک برہمن زخمی ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور خاکسار کو اور مفتی فضل رحمن کو مامور فرمایا کہ جس طرح ہو سکے اس معاملہ کو ہمیں ختم کر دو۔ اور سید احمد نور کو بلا کر ایسے مقابلہ سے منع کیا اور یہ عہد لیا کہ آئندہ اگر تم ایسا کرنا تو میں نکال دوں گا۔

مجھ کو بھی فرمایا کہ پچاس روپیہ تک دیکر بھی انکو راضی کرنا وہ اپنا علاج وغیرہ کر لیں۔

میں نے اور مفتی صاحب نے قادیان کے سربراہ آوردہ ہندوؤں میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دیا جسکو اس معاملہ کا نشیب و فراز نہ سمجھا یا ہو لیکن عجیب بات ہو کہ میرے سامنے وہ اس سے اتفاق کر لیں کہ مقدمہ نہ ہو مگر ساتھ ہی اس زخمی برہمن کو عدالت میں جا کر مقدمہ کرنے کی ترغیب دیں آخر میں مجبور ہو کر حضرت کے پاس آیا اور عرض کی کہ حضور وہ تو مانتے نہیں مجھ کو کہتے ہیں صلح بہت اچھی ہو اور فریق ثانی کو کساتے ہیں حضرت اگر اجازت دیں تو پھر ہم بھی چارہ جوئی کر لیں۔ آخر آپ نے کرنا اس کی اجازت دی اور اسکا نتیجہ شام تک نکل آیا کہ ڈیڑھ درجن کے قریب ملزم

پولیس نے گرفتار کر لئے اور انکا چالان کیا گیا۔ فریق ثانی حضرت حکیم الامتہ جیسے عظیم الشان اور ہمہ کرم و احسان انسان کو بھی ملزموں میں رکھنا خدا کی تقدیر مقدمہ جو ہمارے خلاف تھلا خارج ہو گیا اور پولیس نے ہمارے دشمنوں کا جو چالان کیا تھا اس میں انہر فرد قرار و اوجرم لگ گئی اور مقدمہ کی پوری تکمیل ہو گئی۔ اور صرف حکم سنانا باقی تھا کہ یہ لوگ حضرت کے حضور پہنچے اور معافی چاہی۔

میں دیکھتا تھا کہ حضرت نے اس حالت میں اتنا بھی تو پسند نہ کیا کہ ان کو انکی اس حرکت پر شرمندہ کریں یا یہ فرمائیں کہ میں نے تو پہلے ہی چاہا تھا کہ مقدمات نہ ہوں مگر نہیں اشارتاً کنا بنا بھی اس کو یاد دلانے کے بغیر فرمایا

جا کر عدالت کو کہہ دو کہ ہم نے مقدمہ چھوڑ دیا

عرض کیا گیا کہ حضور اب تو کوئی موقعہ نہیں ہمارا اختیار نہیں پولیس نے چالان کیا ہے سرکار مدعی بوجرم ثابت ہو چکا ہے صرف حکم سننا باقی ہے مگر آپ نے یہی فرمایا کہ

ہم کو اس سے کچھ غرض نہیں ہم نے چھوڑ دیا

چنانچہ میں گور داسپور گیا اور عدالت مرزا غلام حیدر خان صاحب میں جا کر اصل واقعہ عرض کر دیا پولیس جس کے ۱۶ ملزم چھوٹ جانے والے ہوں اس کے دل پر جو گزرتی ہو وہ ظاہر ہو سرور صاحب نے کہا کہ اب آپ لوگوں کا کیا اختیار ہے۔ سرکار مدعی جو آج میں نے تو فیصلہ سنا دینا ہی بیٹے کہا کہ آپ کا جو اختیار ہے آپ کریں۔ ہم کو یہی حکم ہے اور وہ آپ تک پہنچا دیا

خدا جانے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فعل اور ان کلمات میں کیا اثر تھا کہ مرزا صاحب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اوکھا جب حضرت مرزا صاحب چھوٹے میں تو میں بھی چھوٹ دیتا ہوں۔ ملزم کو بلا سمجھایا اور کہا کہ میں نے آج سزائیں دینی تھیں مرزا صاحب کا رحم ہے کہ وہ چھوڑتے ہیں +

اس موقع پر دشمن کو اس طرح پر چھوڑ دینے کی مثال نہیں ملے گی یہ تھا آپ کا سلوک اپنے دشمنوں سے اور اسی لئے وہ کہتا رہا گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو رحم ہے جو ش میں اور غیظ گھٹا یا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خصلت کیلئے میں ہر وقت واقف و پیش کر سکتا ہوں مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں مختصر یہ کہ آپ اپنے جانی دشمن کو بھی ہمیشہ معاف کر نیکے لئے تیار رہتے تھے اور جو سلوک بھی آپ کر سکتے تھے اس سے کبھی مضائقہ نہیں کرتے تھے میں نے دیکھا ہے کہ سید احمد کے مقدمہ میں ایک شخص جسکو ابتداً مصالحت کیلئے میں نے کہا تھا اور اسی نے فریق ثانی کو بھڑکایا تھا۔ اسکے گھر میں ایک مریضہ کیلئے مشک کی ضرورت ہوئی تو بجا لیکہ مقدمہ دائر تھا اور وہ سخت مبالغہ کر رہا تھا لیکن مریضہ کیلئے جب وہ مشک لینے کیلئے گیا تو آپ نے نہایت قیمتی مشک ایک محفل تم کا مفت دیدیا۔ آپکی عفو و درگزر کی خوبیوں کے دشمن بھی معترف تھے غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام رحم اور عفو کے فرشتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ آپکا سلوک فی الحقیقت اسی رنگ کا تھا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو +

درخواست عا

احباب جناب ماما صاحب محمد نواب خان صاحب ثاقب ابیر کوٹلوی کے نام سے خوب واقف ہیں خان صاحب کچھ عرصہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ احباب خلوص دل سے خالصتاً کی بجالی صحت کیلئے دعا کریں۔ خالصتاً کلام نہایت موثر اور شاعرانہ خوبنوعا ایک قیمتی نمونہ ہوتا ہے سلسلہ کی خدمت کیلئے کسی نظمیں انہوں نے لکھی ہیں۔ انکی صحت اجازت دیتی تو وہ اس نمبر کیلئے بھی ایک لطیف نظم لکھنے کیلئے تیار تھے۔ میرے عزیز محترم الفضل کے اسٹنٹ ایڈیٹر محمد خان صاحب جو خالصتاً کے ہمیشہ زادہ ہیں وہ بھی احباب دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)